بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لے کے ناں میں سوہنڑے رب دا کراں کلام بیان
مہر محبت کرنے والا اُچا اُسدا ناں

آبشار

گندھارا ہندکو اکیڈمی پشاور

آبشار

(ہندکو، اُردو کلام)

شاعر

مضمر تاتاری

جملہ حقوق بحق گندھارا ھندکو اکیڈمی محفوظ اُن

نام کتاب	آبشار
شاعر	مضمر تاتاری
کمپوزنگ	ممتاز انجم
پروفنگ	مسلم جاوید
سیٹنگ	علی اویس خیاؔل
سرورق	ثاقب حسین
سال اشاعت اول	1986ء
سال اشاعت دوئم	2017ء
اہتمامِ اشاعت	محمد ضیاء الدین، چیف ایگزیکٹو کمیٹی، جی ایچ اے
قیمت	200روپے
پرنٹنگ	جی ایچ اے لیزر پرنٹنگ پشاور
مطبع	گندھارا ہندکو اکیڈمی پشاور
ISBN No.	978-969-687-158-3
ملنے کا پتہ	گندھارا ہندکو اکیڈمی، 2 چنار روڈ، آبدرہ، یونیورسٹی ٹاؤن پشاور

گندھارا ھندکو اکیڈمی پشاور

2۔ چنار روڈ، آبدرہ، یونیورسٹی ٹاؤن، پشاور

091-9216223,9216224

www.gandharahindko.com

انتساب

فارغ بخاری

کے

نام

فہرست

فن اور شخصیت

نمبر شمار	عنوان		صفحہ
۱۔	یک ضروری گہل	(محمد ضیاء الدین)	7
۲۔	مضمرات	(رضا ہمدانی)	9
۳۔	مضمر تاتاری سرحد کا اُمی شاعر	(سنگ میل پشاور)	13
۴۔	ایک معتبر شاعر	(تاج سعید)	14
۵۔	لالۂ صحرا	(محسن احسان)	16

اردو کلام

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۔	نور پارے (قطعات)	17
۷۔	مشغول حق ہوں بندگی بو تُراب میں	21
۸۔	ایک شام	26
۹۔	چاندنی رات اور شاعر	29
۱۰۔	نعرۂ منصور	31
۱۱۔	کسان	33
۱۲۔	وزارتی ڈیلی گیشن	36
۱۳۔	رود کوہسار	38

۱۴۔	خوابِ آزادی	41
۱۵۔	لیڈر سے	44
۱۶۔	وقت کی آواز	47
۱۷۔	سراب	51
۱۸۔	تلاش	53
۱۹۔	تضمین	57

ہندکو کلام

۲۰۔	ہندکو ادب دے گیسو سنوارنے دے	59
۲۱۔	گجر	60
۲۲۔	سراپا	61
۲۳۔	حرفیاں	63

....

ھِک ضروری گھل

لالہ مضمر تاتاری ہندکو تے اُردو زبان دے معروف شاعر گزرین، اُنہاں دے ہندکو تے اُردو کلام تے مشتمل کتاب آبشار دے ناں تے چھپی ائی۔ ایہہ کتاب اہلِ ذوق نے بے حد پسند کیتی۔ کافی عرصہ گزرنے دے بعد ایہہ کتاب مارکیٹ اِچ ناپید ائی۔ اِس کتاب دی قدر و قیمت نُوں سامنڑیں رکھدے ہویے گندھارا ہندکو بورڈ نے فیصلہ کیتا کہ اس کتاب دے دوسرے ایڈیشن نُوں شائع کیتا جاوے۔ کتاب دا دوسرا ایڈیشن تواڈے ملاحظے وسے حاضر اے۔

محمد ضیاءالدین
جنرل سیکریٹری، گندھارا ہندکو بورڈ پاکستان، پشور

فن اور شخصیت

مضمرات

مضمر تا تاری، لالۂ صحرا کی طرح ابھرے۔ ان کی مہک نے دور دور تک ماحول کو رنگ و بو سے معمور کر دیا۔ مضمر تا تاری اس لحاظ سے اوریجنل شاعر ہیں کہ ان کی شعر گوئی مدرسہ کی مرہونِ منت نہیں۔ عالمِ رنگ و بو میں جب مضمر نے آنکھ کھولی تو وہ اس بھری پُری دنیا میں یکہ وتنہا تھے۔ انہیں وہ ماحول میسّر نہ آیا جو اُن کو تعلیم و تدریس کے لئے اکسا کر کسی روائتی سکول یا مدرسے میں لے جاتا۔ اس طرح وہ رسمی طور پر کسی تعلیمی ادارے میں قدم نہ رکھ سکے۔ تاہم ان کے فطری جوہر کسی طرح بھی دب نہ سکے۔ فن کے ہیولے، الپسرائیں بن کر ان کے ذہن پر حکمرانی کرنے لگیں۔ فنونِ لطیفہ کے ساتھ مضمر کا ذہنی رابطہ جسم وروح کا ساتھ بن گیا۔ اور وہ شعرو شاعری کے دبستان کا ہونہار طالب علم بن کر نمودار ہوئے۔ ان کے ایک رفیق ارباب درزی بھی مضمر ہی کی طرح ان پڑھ ہونے کے باوجود فنونِ لطیفہ کے گرویدہ تھے۔ موسیقی کے علاوہ شعر سے بھی ان کو بے پناہ شغف تھا۔ اساتذہ قدیم کے ہزاروں شعر ان کو ازبر تھے۔ خصوصاً میر انیس لکھنوی کے مرثیے۔ مضمر کے کانوں میں سب سے پہلے شعر کی جس شہد نے رس گھولا، وہ میر انیس مرحوم کے گہر ہائے آبدار تھے۔ انیس کے انمول مو تیوں کو مضمر نے بھی آویزۂ گوش بنایا تو اس کی طبع میں موزونی نے راہ پائی۔ اور پھر وہ خود بھی مصرعے موزوں کرنے لگے۔

ارباب صاحب کی دوکان پر شعری دنیا کی نامور شخصیّت حضرت احمد علی سائیں پشاوری بھی تشریف لاتے تھے۔ سائیں مرحوم بڑے درویش صفت اور صوفی منش بزرگ تھے۔ استغنا ان کی طنیعت کا خاصا تھا۔ وہ بڑے کم گو اور کم خور تھے۔ ارباب جب میر انیس کا کلام پڑھتا تو وہ اس کے اشکالات دور کر کے تشریح وتفسیر فرماتے۔ مضمر تا تاری بھی ان صحبتوں میں بڑی باقاعدگی سے حاضری دیتے۔ سائیں استاد کے ساتھ مضمر کی شناسائی کا آغاز اسی محفل سے ہوا۔ اس وقت مضمر ہندکو زبان میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ اور بقول مضمر وہ سائیں صاحب کو ڈرتے ڈرتے اپنا کلام سناتے۔ آخر ایک دن سائیں صاحب نے مضمر کو مشورہ دیا کہ وہ شعر کہنا ہی چاہتے ہیں تو اردو میں فکرِ سخن کیا کریں۔ مضمر صاحب نے سائیں کی نصیحت کو پلے باندھا اور اور اردو میں طبع آزمائی کرنے لگے۔ لیکن ہندکو کا دامن بھی ان کے ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ سائیں صاحب کی صحبتوں نے

مضمر کے فکر ونظر کو جلا بخشی، معیارِ شاعری میں بلندی آئی۔سوچ میں پختگی نے راہ پائی۔عصری شعراء میں اس وقت حضرت اقبال اور جوش ملیح آبادی کا طوطی بول رہا تھا۔مضمر ذہنی طور پر دونوں کے قریب تھے۔اردو میں فکرِ سخن کرتے وقت مضمر تا تاری نے ادب کی ایک مخصوص مثلث کے زاویوں میں رہ کر شعر کہتے اور وہ بیک وقت میر انیس کے علاوہ حضرت اقبال اور جوش ملیح آبادی کے رنگ میں رنگے گئے۔موضوع کے لحاظ سے ان کا تعلق اسی قبیلے سے بنتا ہے۔ جبکہ الفاظ،سوچ اوراپج ان کی اپنی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مضمر تا تاری کا رومانی انداز انقلابی چنگاریاں بھی اپنے دامن میں رکھتا ہے۔انگریزی عہد میں جس قدر سیاسی تحریکیں برصغیر میں ابھریں۔اوران کا ردِ عمل جس طرح دانشوروں اورشعراء پر ہوا۔اُس نے مضمر تا تاری کو بھی متاثر کیا۔چنانچہ اس مجموعے میں ان کی جتنی اردو اور ہندکو شاعری جمع کر دی گئی ہے،اس کو اسی تناظر میں دیکھنا چاہیئے ۔ لیڈر سے خطاب، کرپشن وغیرہ ان کی نظمیں اسی عہد کی یادگار نمائیندہ اور تاریخی شہکار ہیں۔جن کے فن اور موضوع کو مرورِ ایاّم کی گرد بھی نہ گہنا سکی اور وہ آج بھی تازہ بہ تازہ ،نو بہ نو کے ذیل میں آتی ہیں۔

وہ برصغیر کی رواں دواں قومی تحریکوں سے بھی متاثر رہے اور وقتاً فوقتاً انہوں نے اس کے بارے میں اپنی ہمدردی کا اظہار کیا۔تحریکِ خلافت تحریکِ کشمیر،تحریکِ خاکسار اور پھر تحریکِ پاکستان کو انہوں نے اپنی فکر کا سرمایہ دان کیا۔اس کے علاوہ عالمی طور پر جو سیاسی بحران رونما ہوئے،ان سے بھی وہ کنارہ کش نہیں رہے۔مضمر تا تاری چونکہ خود بھی ایک مزدور پیشہ ہیں اور انہوں نے عمر بھر مزدوری کر کے زندگی کے ایاّم بسر کئے،خوشحالی سے کبھی ہمکنار نہیں رہے۔ایک دستکار کی طرح انہوں نے مختلف پیشوں سے واسطہ رکھا۔ہمیشہ محنت و مشقت کی چکّی پیتے رہے۔لیکن فکر وسخن کی مشق نہ چھوڑی۔ اس ماحول نے ان کو احساسِ خود داری اور طبقاتی اونچ نیچ کے راز سے آشنا کیا اور یہی شعور واحساس انتہائی شدّت اور برشتگی کے ساتھ شعروں کے سانچے میں پگھل کر ڈھل گئے۔

اردو کے علاوہ مضمر تا تاری نے ہندکو میں بھی شاعری کی۔ہندکو ادب کی معروف صنف سی حرفی کی شکل میں انہوں نے جو کچھ کہا وہ فارم کے لحاظ سے تو روائتی ہے۔لیکن فکر وخیال کے لحاظ سے مضمر تا تاری کی حرفی میں ندرت جدّت اور تنوع کی فراوانی ہے۔ ہندکو شاعری کا جہاں تک تعلق ہے وہ حضرت سائیں پشاوری سے حد درجہ متاثر نہیں،ان کی عظمت کے قائل ہیں۔ان کے فن کے گرویدہ ہیں۔یہی وجہ ہے کہ سائیں پشاور یکے بعد اس کی ادبی روایت،شکوہ، دقّتِ نظر اور دلکشی کو اگر کسی نے علی حالہ قائم رکھا تو وہ مضمر تا تاری کی

ذات ہے۔مضمر نے حرفی بڑی احتیاط سے ٹھوک بجا کر کہی ہے۔عصرِ حاضر کے تلخ حقائق کو شیرین پیرائیہ اظہار دیا ہے۔پہلی بار حرفی کے چار مصروں میں جوش و جذبہ کے ساتھ تیسری دنیا کے مسائل کی طرف اگر کسی نے توجہ دی ہے تو وہ مضمر تا تاری ہی ہے۔انسان اور نوعِ انسان کے ساتھ مضمر نے والہانہ محبت کی ہے۔اس ضمن میں تا تاری کو امتیازی خصوصیّت حاصل ہے۔فنی اقدار کی پاسداری کے پہلو بہ پہلو دوستی اور احترامِ آدمیت کے مظاہرے نے حرفی کو نیا موضوع دیا۔جس سے حرفی کا وقار بلند ہوا۔اور وہ نئے آب ورنگ سے آشنا ہوئی اور یہ مضمر تا تاری می نئی سوچ کا کارنامہ ہے۔وہ ''اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا'' کے قائل ہیں۔شعر کو وہ سماجی زندگی کی بھلائی کے لئے استعمال کرنے پر عقیدہ رکھتے ہیں۔لہٰذا زُلف ورُخ کے اشعار اور تشبیہ وتمثیل کے سہارے وہ سماج کی کہانی کے دردانگیز نظارے سامنے لاتے ہیں۔زبان کا جہاں تک تعلق ہے مضمر نے وہی زبان استعمال کی ہے جو حرفی میں سائیں مرحوم نے اختیار کی۔سائیں کی ہندکو حرفی کا وافر ذخیرہ مفرس ومعرب ہے۔مضمر نے بھی اپنے استاد کی پیروی میں اسی صورتِ حال کو برقرار رکھا ہے۔خالص عوامی بول چال کی زبان سائیں کے ہاں میں بہت ہے۔اور اس صفت سے مضمر بھی خالی نہیں۔

ہندکو میں مضمر نے حرفی ہی کی شکل میں اپنے افکار پیش کئے۔تاہم ایک نظم بھی رواداری میں انہوں نے کہہ ڈالی ہے۔اس ضمن میں مضمر کی ہندکو نظم ''سراپا'' ان کی بہترین رنگین اور شعریّت سے بھر پور نظم ہے۔سراپائے محبوب کے سلسلے میں ہندکو زبان وادب میں پہلی علامتی شاہکار ہے۔جو شاعر کے اعلیٰ ذوق کی چغلی کھا رہا ہے۔مضمر اپنی زندگی کی ستّر بہاریں دیکھ چکے ہیں۔اب وہ گوشہ گیری اور خانہ نشینی پر قناعت کئے ہوئے ہیں۔مگر طبیعت کا چلبلا پن زندہ دلی، خوش ذوقی، اور رنگیں مزاجی اب بھی قائم ودائم ہے۔مضمر محفلِ یاران کا سنگھار ہیں۔وہ آتے ہیں تو محفل زعفرانِ زار بن جاتی ہے۔وہ طبعاً رجائیت پسند ہیں۔اسی مناسبت سے ان کی شاعری میں بھی نئے ولولے نئی اُمنگیں اور ہمت وحوصلہ کی فراوانی ہے۔

مضمر تا تاری......کا کلام یوں تو اخبار وجرائد کی زینت بنتا رہا ہے لیکن ان کے افکار کا کوئی مجموعہ آج تک نہیں چھپا تھا۔آبشار کی صورت میں مضمر کے اردو اور ہندکو کلام کا انتخاب ان کے تدریجی، ذہنی ارتقا کی ایک ایسی دستاویز ہے جس کے ذریعے ان کے سفرِ شعر کی تمام منازل کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔اور امّی ہونے کے باوجود مضمر تا تاری کے اعلیٰ ذوق شعری سے آگاہی ملتی ہے۔مضمر تا تاری نے اپنے قارئین کو اپنے مضمرات کی طرف یہ کہہ کر متوجہ کیا ہے

ڈگریوں کی چاردیواری سے باہر آکے دیکھ اس ایک مصرعے میں شاعر کی افتادِ طبع، اس کے شعری آہنگ، ذوق اور وجدان کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ چونکہ وہ خود ڈگریوں کی آلائش سے پاک ہیں، لہٰذا وہ جو کچھ کہتے ہیں، وہ ان کا اپنا اور صرف اپنا ہوتا ہے۔ چاندنی رات کا یہ شعر مضمر تا تاری کے پختہ مشاہدے کا منہ بالتا ثبوت ہے۔

آگرے میں دیکھ جا کر چاندنی کے نور کو
تو نے دیکھا ہی نہیں ہندوستاں کے طور کو

مضمر تا تاری کی شاعری ان کے تجربات کا نچوڑ ہے۔ انہوں نے جو کچھ دیکھا وہی کچھ لکھا۔ اس طرح وہ حقائق نگار شاعر ہیں۔ ان کی اردو شاعری ۱۹۴۸ء تک جاری رہی۔ جبکہ ہندکو میں وہ آج تک مشقِ سخن کر رہے ہیں۔ اگرچہ یہ فیصلہ کرنا آسان نہیں کہ وہ اردو کے اعلیٰ شاعر ہیں یا ہندکو کے۔ تاہم اس میں کلام نہیں کی وہ ہندکو کے جدید شاعر ہیں اور انہوں نے ہندکو سی حرفی کا دامن نئے موضوعات کے لعل و گوہر سے بھر دیا ہے اور وہ اس زبان کے معتبر و مستند لکھنے والوں کی صف میں جگہ پانے کے مستحق ہیں۔

رضا ہمدانی

مضمر تاتاری، سرحد کا اُمی شاعر

مضمر تاتاری' سرحد کا اُمّی شاعر.....جس کی شاعری میں پھولوں کا نکھار' بہاروں کی رنگینی اور موجوں کی روانی ہے۔جو ایک چابک دست مُصوّر کی طرح نہایت کامیابی سے اپنے ماحول اور مناظرِ فطرت کی عکاسی کرتا ہے جو صحیح معنوں میں عوام کا محبوب شاعر ہے۔

مضمر فطری شاعر ہے۔وہ نہ پڑھنا لکھنا جانتا ہے اور نہ اس نے کسی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا،لیکن اس کے شعر سُن کر حیرت ہوتی ہے کہ اتنا عروج اور کمال اسے کیسے حاصل ہوا۔بقولِ احمد ندیم قاسمی:

''اگر مضمر تاتاری علم و فضل سے بھی بہرہ ور ہوتا تو اچھے اچھوں کی کرسیاں خالی کرا لیتا''

سنگِ میل پشاور

ہندکو اور اُردو کا ایک معتبر شاعر

امّی شاعر کو تلمیذ الرّحمن کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ ان پڑھ ہونے کے باوجود بسا اوقات ایسے اشعار تخلیق کرتا ہے، جو علمی ادبی شہ پارے ہوتے ہیں۔ ایسی رائے قائم کرنے والے یہ بھول جاتے ہیں کی صرف مکتب کی تعلیم ہی تعلیم نہیں ہوتی۔ ذہین انسان کو تجربات بھی بہت کچھ سکھاتے ہیں۔ علماء ادباء کی صحبتوں سے بھی وہ بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ اور اگر وہ پڑھنا سیکھ جائے، تو مطالعہ سے اپنی علمی استعداد میں اچھا خاصا اضافہ کر سکتا ہے۔

ہمارا صوبہ سرحد چونکہ نسبتاً پسماندہ علاقہ رہا ہے، اس لئے یہاں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ یہاں کے قدیم شعراء میں سائیں احمد علی، جعفری سرحدی، میر محمد علی شاہ سیّد وغیرہ سب مکتب کی تعلیم سے محروم تھے۔ لیکن علمی ادبی قابلیت سے محروم نہیں تھے۔ بلکہ تاریخ ادبیاتِ سرحد میں انہیں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ خصوصاً سائیں احمد علی مرحوم جو فارسی، ہندکو اور اردو تین زبانوں کے ایسے اولوالعظم شاعر تھے کہ اپنے دور کے بڑے بڑے استاد شعراء انہیں اپنا استاد مانتے تھے۔ ہندکو حرفی میں تو انہیں وہ مقام حاصل تھا کہ اگر انہیں ہندکو حرفی کا خالق اور خاتم کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اردو زبان پر انہیں اسقدر عبور حاصل تھا کہ اگر مشاعرے میں کوئی شاعر تلفظ کی غلطی کرتا تو برسرِ مشاعرہ نہایت اونچی آواز میں ''غلط'' پکارتے۔ جس کا فائدہ یہ ہوا کہ شعراء بھرے مجمعے میں اپنی بے عزتی کے ڈر سے تلفّظ صحیح کرا کے پڑھتے تاکہ آبرو خراب نہ ہو۔ سائیں استادِ کُل تھے۔ فارسی پر اتنا عبور حاصل تھا کہ بیدل اور نظیری جیسے مشکل فارسی شعراء کے اُلجھے ہوئے دقیق اشعار کی تشریح کرانے کے لئے لوگ سائیں مرحوم سے رجوع کرتے اور وہ فوراً ان مشکل اشعار کا مفہوم سمجھا دیتے۔ مضمر تاتاری بھی امّی شعراء کی فہرست میں آتا ہے لیکن اس نے بھی ہندکو میں سائیں مرحوم اور اردو میں میر انیس علامہ اقبال، غالب اور جوش کے مطالعہ سے اپنی تعلیمی کمی کو اس حد تک پورا کیا کہ اسے اُمّی شاعر نہیں کہا جا سکتا اور اس کے ہندکو و اردو کلام سے بھی بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سکول کی تعلیم کے مواقع نہ ملنے کے باوجود اس نے اپنے وسیع مطالعہ سے ذاتی طور پر بہت حد تک تلافی کر دی۔

مضمر تاتاری کو منظر کشی میں کمال حاصل ہے۔ وہ قدرتی مناظر ہوں کہ محبوب کا سراپا ہو، اس کے قلم نے اس میدان میں بڑی جولانیاں دکھائی ہیں اور بڑی باریک بینی سے اس کی تصویر کشی کی ہے۔ کہیں کہیں

اس نے فلسفیانہ کمالات بھی دکھائے ہیں۔لیکن اصل میدان اس کا انقلابی شاعری کا ہے۔انسان کی شخصی آزادی اور ملکی اور قومی آزادی کا وہ نقیب ہے۔اوراس نے بڑی جرّاتمندی سے اس میدان میں اپنے خیالات کا بیباکانہ اظہار کرنے میں کبھی بھی کسی مصلحت بینی سے کام نہیں لیا۔

اب تو سیاست کو ادب کے لئے شجرِ ممنوعہ نہیں سمجھا جاتا،لیکن ربع صدی پہلے تک ایسا نہیں تھا، بلکہ ادب کو سیاست سے دور رکھنے کا نظریہ رکھنے والا ایک اچھا خاصا طبقہ اپنے والیانِ نعمت اور اربابِ اقتدار کی خوشنودی کے لئے خالص ادب کا ڈھونگ رچانے میں سرگرمِ عمل تھا۔جو مقصدی ادب کا مذاق اڑانے کا فریضہ ادا کرنا اپنا ایمان سمجھتا تھا۔اور ایسا ادب تخلیق کرنے والے دانشوروں کو ادیبوں کے زمرہ میں شمار کرنا، ادب وفن کی توہین سمجھتا تھا۔لیکن ہوا یہ کی گزشتہ نصف صدی کے اردو زبان کے ادبِ عالیہ کا انتخاب ہوا تو ہندوستان کے شعروادب کا کاروانِ سالار مقصدی ادب وفن کے تخلیق کاروں ہی کو قرار دیا گیا۔صرف یہی نہیں ، بلکہ عوام نے بھی ان کی تخلیقات پرعوام دوستی کی مہرلگا کراوران کے تخلیق پاروں کی اشاعت بڑھا کران کے حق میں گویا ریفرنڈم کا فیصلہ دے دیا۔

مضمر بھی اسی کارواں میں شامل ہے۔افسوس ہے کی پسماندہ علاقے میں رہنے کے باعث خود داری کی وجہ سے اب تک اس کا شعری مجموعہ شائع نہ ہوسکا لیکن اسکی شاعری کی دھوم کم ازکم صوبہ سرحد میں دور دور تک اپنا جادو جگا چکی ہے اور مقبولِ عام کی سند پا چکی ہے۔

ویسے مضمر تاتاری اپنی عوام دوستی کے باعث اپنے خطے میں بہت مقبول بھی ہیں اور لوگ اس سے ٹوٹ کر پیار کرتے ہیں۔اس کے پرستار احترام سے اسے لالہ کہہ کر پکارتے ہیں۔جس کے معنی بزرگ کے ہیں۔ان کی عمر اسوقت ۸۰ سال کے قریب ہے۔ضعیف العمری بجائے خود ایک بیماری ہے۔اس وقت وہ اسی بیماری سے صاحبِ فراش ہیں۔ ورنہ وہ ہمیشہ چاک و چوبند رہے ہیں اور بہترین صحت کے باعث دوست احباب ان پر رشک کرتے رہے ہیں۔تاہم اب بھی ان کے حواس بحال ہیں اور اردو میں صف نظمیں کہتے ہیں اور قطعات بھی کہتے ہیں۔

ہمیں امید ہے ان کا مجموعہ آبشار عوام میں مقبول ہوگا اور یادگار رہے گا۔

تاج سعید